ABC Certified

Weekly MASAEL Quetta

مسائل آپ کے اجاگر ہم کرینگے

ہفت روزہ مسائل کوئٹہ

ایڈیٹر: غضنفر محمد کھیتران

masaelqta@gmail.com

03136823946

جلد نمبر:22 | 15 جون تا 21 جون 2019ء | قیمت 8 روپے | شمارہ نمبر:23

”بلوچستان مخلوط صوبائی حکومت کا پہلا سال“ اور ”وزیر اعلیٰ میر جام کمال“

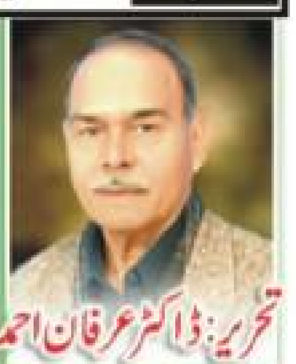

تحریر: ڈاکٹر عرفان احمد بیگ ”تمغہ امتیاز“

پاکستان کے قیام اور آزادی کو 72 برس گزر چکے ہیں جب کہ بلوچستان کو صوبے کا درجہ ملے تقریباً 50 برس ہو چکے ہیں اگرچہ قائد اعظم نے 1927ء اور پھر 1929ء میں اپنے مشہور 14 نکات میں بلوچستان کو صوبہ بنانے کا مطالبہ کیا تھا مگر بلوچستان کو صوبے کا درجہ 1970ء میں ہونے والے ملک کی تاریخ کے پہلے عام انتخابات سے قبل ملا، اور 1972ء میں صوبے میں پہلی صوبائی حکومت قائم ہوئی، یوں صوبے میں 47 سال سے صوبائی سطح کی حکومتیں قائم ہیں اور ان تمام حکومتوں میں ایک قدر مشترک یہ ہے کہ یہ تمام صوبائی حکومتیں مخلوط صوبائی حکومتیں رہیں اور یہ بلوچستان کا متنوع مزاج اور حسن جمہوریت میں بھی بہت واضح نظر آتا رہا ہے، اس بار انتخابات 2017ء میں ہونے والی مردم شماری کے بعد ہوئے۔ اس مردم شماری کے مطابق ملک کی آبادی تقریباً 22 کروڑ اور بلوچستان کی آبادی تقریباً 1 کروڑ 20 لاکھ ہوگئی ملک میں عام انتخابات 25 جولائی 2018 میں ہوئے، اور 15 اگست تک انتخابات کے نتائج کے اعتبار سے قومی اسمبلی میں حکومتی پارٹی پوزیشن تھی پاکستان تحریک انصاف ارکان قومی اسمبلی کی تعداد 149 پاکستان مسلم لیگ 3 متحدہ قومی موومنٹ پاکستان 7 گرینڈ ڈیموکریٹک الائنس 3 بلوچستان نیشنل پارٹی 4 بلوچستان عوامی پارٹی 5 جمہوری وطن پارٹی 1 اور عوامی مسلم لیگ 1 یعنی حکومتی اراکین کی کل تعداد 173 جب کہ اس کے مقابلے میں اپوزیشن جماعتوں کے اراکین قومی اسمبلی کی پوزیشن یوں تھی، پاکستان مسلم لیگ ن 80 پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرینز 53 متحدہ مجلس عمل 15 عوامی نیشنل پارٹی 1 یعنی اس وقت اپوزیشن کے کل ارکان اسمبلی کی تعداد 149 تھی اگرچہ اب تک کے ضمنی انتخابات میں ایک آدھ حکومتی نشست کم ہوئی ہے اور

اس کے مقابلے میں بلوچستان صوبائی اسمبلی میں جنرل نشستوں کے لحاظ سے پارٹی پوزیشن 13 اگست 2018ء کو یوں تھی بی اے پی کے ارکان صوبائی اسمبلی 24 ایم ایم اے 10 بی این پی 9 اے این پی 4 بی این پی، عوامی، 2 ایچ ڈی پی 1 مسلم لیگ ن 1 پشتونخوا 1 جے ڈبلیو پی کی 1 نشست تھی، اس کے علاوہ یہ انتخابات اور حکومت سازی اس اعتبار سے بھی ماضی سے مختلف تھی کہ گذشتہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے اپنے پانچ برسوں کے اقتدار کی مدت میں پانچ کی بجائے چھ بجٹ منظور کئے یوں مالی سال 19-2018 کا بجٹ بھی پاس کر کے چلے گئے جو ان سابقہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے لیے عوامی مقبولیت کے اعتبار سے بہتر اور آنے والی وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے لیے ایک بڑا معاشی چیلنج ہے واضح رہے کہ 29 مئی 1988ء میں جب صدر ضیا الحق نے اسمبلیاں تحلیل کردی تھیں تو صرف تین ماہ کا سپلیمنٹری بجٹ دیا گیا تھا اور پھر آنے والی منتخب حکومت نے باقی نو ماہ کا باقاعدہ بجٹ دیا تھا یہ انتخابات 2018ء اس اعتبار سے بھی مختلف تھے کہ ان کے نتیجے میں پی ٹی آئی کی شکل میں وفاقی سطح پر اور بی اے پی کی صورت میں بلوچستان میں قائم ہونے والی مخلوط حکومتیں تشکیل پائیں، یوں صوبائی اور وفاقی سطح پر دونوں حکومتوں کو بڑے مسائل وراثت میں ملے اور ان کی بنیاد پر بڑے چیلنج درپیش ہیں، جہاں تک تعلق بلوچستان کا ہے تو اس کی حکومتی تاریخ میں پہلی بار جام میر کمال خان ایک ایسی شخصیت ہیں جو اپنے دادا جام میر غلام قادر اور اپنے والد جام میر یوسف کے بعد وزیر اعلیٰ بلوچستان بنے یعنی ان کی تیسری پشت میں وزارت علیٰ آئی ہے، بلوچستان کے وزیر اعلیٰ جام کمال خان سے اب تک دو مرتبہ تفصیلی ملاقات ہوئی ہے پہلی ملاقات 5 فروری 2019 کو یوم کشمیر کے موقع پر ہوئی جس میں ڈنر پر چیف سیکرٹری بھی ان کے ہمراہ تھے اس کے بعد حالیہ ملاقات تین جون 2019ء کو ہوئی ان کی جانب سے وزیر اعلیٰ ہاؤس میں صحافیوں کے اعزاز میں افطار ڈنر پارٹی تھی پہلی ملاقات میں یہ اندازہ ہوا کہ وہ ایک مدبر شخصیت کی حیثیت سے بیوروکریسی سے امور حکومت کو بہتر انداز میں چلانے کے ہنر سے واقف ہیں، دوسری ملاقات میں میرے ہمراہ صوبے کے نہایت سینئر صحافی انور ساجدی، صدر پریس کلب رضا الرحمٰن، جاوید احمد، قیصر بٹ اور نور الٰہی بگٹی کھانے کی میز پر تھے اور یہ محفل ایک گھنٹے سے زیادہ کی تھی جس میں بلوچستان کے مالیاتی مسائل وسائل، تعمیر وترقی تعلیم صحت، امن وامان، زراعت، ماحولیات، قدرتی آفات، کوئٹہ کے حوالے سے مسائل زیر بحث آئے۔ جن میں نکاسی آب فراہمی آب اور ٹریفک کے مسائل بھی شامل تھے انہیں نہ صرف ان تمام مسائل کا پورا ادراک تھا بلکہ وہ یہ بھی بتاتے رہے کہ یہ مسائل کیسے یہاں تک پہنچے یا اتنی شدت اختیار کر گئے اور پھر انہوں نے ٹھوس دلائل کے ساتھ یہ بھی بتایا کہ کون سے مسائل کتنی مدت کے دورانیے میں حل ہونگے اور پھر اپنی اسٹریٹجی بیان کرتے ہوئے کہا کہ اُن کی حکومت نے باہمی مشاورت سے یہ طے کر رکھا ہے کہ تعمیر وترقی کے یہ منصوبے دو سالہ مدت سے زیادہ کے نہ ہوں تا کہ وہ ان منصوبوں کو نہ صرف اپنے سامنے مکمل ہوتے دیکھیں بلکہ پانچ سالہ مدت کے دوران ان تعمیر وترقی کے منصوبوں کے معیار کو بھی پرکھ سکیں، اس ملاقات کے دوران ایک شخصیت کے حوالے سے چار پانچ اہم ترین لوگوں کی یہ سفارش کی کہ اُس شخصیت کا ٹرانسفر کسی خاص پوسٹ سے کیا جا رہا ہے جسے روک دیا جائے اِس پر انہوں نے بڑی متانت سے مسکراتے ہوئے کہا کہ دیکھیں گے۔ میں یہ سمجھا کہ ٹرانسفر رک جائے گا مگر صرف آٹھ دس روز بعد نہایت خوشگوار حیرت ہوئی کہ ٹرانسفر رکا نہیں بلکہ زیادہ جلدی ہوگیا، یوں یہ حقیقت ہے کہ وہ بہت معاملہ فہمی کیساتھ مسائل کو دیکھتے ہوئے بروقت اور درست فیصلے کی قوت رکھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج جب ماضی کے مقابلے میں وفاقی اور بلوچستان کی صوبائی مخلوط حکومت عددی اعتبار سے کمزور ہیں تو بطور وزیر اعلیٰ بلوچستان یہ واقعی میر جام کمال خان کا کمال ہے کہ نہ صرف انہوں نے صوبائی سطح پر مخلوط حکومت میں شامل دیگر جماعتوں کے اراکین کی اختلافی آرا کو بہت مثبت طریقے سے مخلوط حکومت کے استحکام اور صوبے کی ترقی کے لیے بہترین ٹول کے طور پر استعمال کیا ہے بلکہ ساتھ ہی وفاقی حکومت سے بھی اچھی ورکنگ ریلیشن شپ کو قائم رکھا ہے اور صوبے کے لیے جو بڑے ترقیاتی منصوبے یا میگا پروجیٹ ہیں اُن پر عملدرآمد کو یقینی اور اور تیز رفتار کروانے کی بہت اچھی حکمت عملی اپنائی ہے میں نے اکثر بلوچستان کی تعمیر وترقی کے لیے 45/6 اصطلاح یعنی ٹرمینالوجی استعمال کی ہے کہ ہمارے صوبے کا رقبہ ملک کے کل رقبے کا تقریباً 45% ہے اور آبادی ملک کے کل آبادی کا صرف 6% ہے اور اس بار تو نئے انداز کے مسائل پیدا ہوئے ہیں کہ فاٹا کے علاقوں کو خیبر پختونخوا کے صوبے میں ضم کرنے سے این ایف سی ایوارڈ میں صوبوں کے حصوں میں شائد تھوڑی بہت کمی ہو، یوں بلوچستان کی تعمیر وترقی کے لیے صوبائی بجٹ پر بھی معمولی کٹوتی لگ سکتی ہے، مگر جہاں تک تعلق بلوچستان میں تعمیر ہونے والے میگا پروجیکٹوں کا ہے، تو خصوصاً سی پیک منصوبوں کے لحاظ سے اب وہ وقت ہے کہ ہم رقبے کی بنیاد پر زیادہ فائدہ حاصل کرلیں اور اگر جام میر کمال خان کی اسٹریجی کو دیکھیں تو وہ واقعی بہت مدبرانہ انداز سے آگے بڑھ رہے ہیں اس کا اندازہ گوادر کے انٹرنیشنل ایئرپورٹ کے وزیر اعظم عمران خان کے ہاتھوں سے سنگِ بنیاد رکھنے کی تقریب اور اس سے قبل کے مراحل پر یہ ایئرپورٹ جو ملک اور ریجن کا بڑا انٹرنیشنل ایئرپورٹ ہوگا آئندہ ڈیڑھ دو برس میں مکمل ہو جائے گا، وزیر اعلیٰ بلوچستان جام کمال خان کی اسٹریجی ہے کہ بلوچستان سے بے روزگاری کا مکمل خاتمہ ہو جائے جس کے لیے ایک تو صوبائی سطح پر زیادہ سے زیادہ آسامیاں پیدا کی جائیں تو دوسری جانب وہ منصوبے جو بلوچستان میں میگا پروجیکٹ کے طور پر ہیں ان میں 6% کی بجائے 45 فیصد کا تناسب ہو، اور اسی تناسب سے بلوچستان کے لوگوں کو ملازمتیں اور مواقع دستیاب ہوں بلوچستان کی مخلوط صوبائی حکومت کو وہ اس انداز سے ابتک بہت مستحکم رکھے ہوئے ہیں، بلوچستان میں امن وامان گذشتہ پندرہ بیس برسوں سے ایک مسئلہ بنا ہوا ہے لیکن ان کی حکومت کے زمانے میں بہت حد تک امن وامان کو کنٹرول کیا گیا ہے اس اعتبار سے میر جام کمال خان ایک کامیاب وزیر اعلیٰ جو اس وقت بہت سے درپیش چیلنجوں کو ایک کامیاب علاج کی طرف گذشتہ دس مہینوں میں صوبے کو سیاسی، اقتصادی مشکلات سے بہت حد تک نکال لائے ہیں اور ان کی کوشش ہے کہ صوبے میں امن وامان اسی طرح بحال رہے تا کہ تعمیر وترقی کی رفتار متوازن اور مستحکم انداز میں برقرار رہے۔ جام میر کمال خان، یکم جنوری 1973ء کو پیدا ہوئے اس وقت اُن کی عمر 46 سال ہے وہ یکم جون 2013ء سے 31 مئی 2018ء رکن قومی اسمبلی اور وفاقی وزیر مملکت پیٹرولیم اینڈ گیس رہے 13 اگست 2018 سے وہ بلوچستان کے وزیر اعلیٰ ہیں گرین وچ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہیں، نرم خو، دھیمی مگر پر اثر اور مدلل گفتگو، بروقت اور درست انداز میں فیصلہ سازی، یہ اُن کی شخصیت کے نمایاں پہلو ہیں اور یوں ان کی بطور دس ساڑھے دس ماہ بطور وزیر اعلیٰ کارکردگی مثالی ہے امید ہے کہ وہ اپنی اِن خوبیوں کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کے بندوں اور صوبے کی تعمیر وترقی کے لیے اپنے اقتدار کی پانچ سالہ مدت کامیابی سے پوری کریں گے۔

☆☆☆

ترقی یافتہ بلوچستان
خوشحال پاکستان

وزیرِاعلیٰ بلوچستان کے
وژن کے عین مطابق محکمہ ساحلی ترقی وماہی گیری کے تحت

اہم اقدامات

- بلوچستان سمندری قوانین 1971 ترمیمی مسودہ تیار
- ساحلی حدود میں غیر قانونی ماہی گیری کی روک تھام کے لیے موثر اقدامات

- گوادر اور لسبیلہ میں ڈائریکٹوریٹ آف میرین فشریز کا قیام
- بلوچستان کی ساحلی پٹی کے ساتھ آٹھ مقامات پر قطعات اراضی کی کابینہ سے منظوری

ترقیاتی منصوبہ جات

- فشریز ٹریننگ سینٹر گوادر کی ترقی
- حب ڈیم میں فش ہیچری کی تعمیر
- مختلف فش ہیچریز میں نامکمل سہولیات کی فراہمی
- بلوچستان کی ساحلی پٹی کے اضلاع پر 8 بوٹ ریپئرنگ گیراج کی تعمیر
- تاریخ میں پہلی مرتبہ غیر قانونی ماہی گیری میں ملوث 9 ٹرالرز کو عدالتی احکامات پر ضبطی
- مقامی ماہی گیر برادری کے مسائل کو اجاگر کرنے کے لیے گوادر اور حب میں ورکشاپس اور تقاریب کا انعقاد

MG-22/2018-19

محکمہ اطلاعات حکومت بلوچستان

www.dpr.gob.pk. @dpr_gob dpr.gob @dgpr.balochistan

چیف ایڈیٹر و پبلشر محمد اسحاق نے سعید پرنٹنگ پریس مشن روڈ کوئٹہ سے چھپوا کر دفتر ہفت روزہ مسائل کوئٹہ آرٹ سکول روڈ کوئٹہ سے شائع کیا۔ فون نمبر: 081-2822725

آپ بھی لکھ سکتے ہیں

سیاسی، سماجی معاشی موضوعات کے متعلق اپنی مختصر مگر جامع تحریریں صاف ستھرے انداز میں ہمیں بھیجیے ہم انہیں اپنے اخبارات کی زینت بنائیں گے۔ رابطہ نمبر: 03327865820 واٹس ایپ: 03136823946 Email: masaelqta@gmail.com

(ادارے کا کالم نگاروں / مضمون نگاروں کی ذاتی رائے اور ان کے مندرجات سے متفق ہونا ضروری نہیں) ادارہ

پاکستان تحریک انصاف کے 22 سال

پاکستان تحریک انصاف نے وزیراعظم عمران خان کی قیادت میں 22 سال تک بطور اپوزیشن پارٹی جدوجہد کرتے ہوئے الیکشن 2018ء کے نتیجے میں اقتدار حاصل کیا۔ وزیراعظم عمران خان نے بطور اپوزیشن رہنماء 22 کروڑ عوام کو طرح طرح کے سہانے خواب دیکھائے، ان کی ہر تقریر ملک کے عوام بالخصوص پسے ہوئے طبقات کیلئے امید کی نوید تھی۔ 2018ء میں اقتدار سنبھالنے کے بعد اپنی شیڈو کابینہ کے وزیر خزانہ اسد عمر جو کہ قبل ازیں پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) کی حکومتوں کی معاشی پالیسیوں کو ہر وقت آڑے ہاتھوں لیتے رہے وہ ڈالر کے اوپر جانے، تیل کی قیمتوں میں اضافے، ٹیکس میں اضافے، ایمنسٹی اسکیموں اور کرپشن پر آئے روز بڑے پروقار طریقے سے بحث کرتے ہوئے اپنے موقف کو اتنا واضح پیش کرتے تھے کہ جس سے عوام کی توقعات میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔ غریب عوام بالخصوص نوجوان طبقے نے پی ٹی آئی کو اپنی امیدوں کا مرکز بنا کر تبدیلی کے نعرے کو بڑی حد تک پذیرائی دی کیونکہ وہ اپنی تقریروں میں کہتے تھے کہ آئی ایم ایف کے پاس جانے سے بہتر ہے خودکشی کرلی جائے اور 126 دن کے دھرنے میں انہوں نے جس طرح بجلی اور گیس کے بل جلائے وہ نظارے بھی عوام کو اب تک یاد ہیں اور ان کی تقریر جس میں وہ کہتے تھے کہ حکمرانوں کی کرپشن کی سزا ہم عوام کیوں بھگتیں اس لئے بجلی اور گیس کا بل دینا ظلم ہے۔ ان وعدوں کے ساتھ ان کی طرف سے ملک کو ریاست مدینہ کے ماڈل کی طرف لے جانا بھی بہت بڑی امید کی کرن تھی لیکن 10 مہینے گزرنے کے بعد ڈالر 150 روپے تک پہنچ چکا ہے، پٹرولیم مصنوعات اور اشیاء خوردونوش عوام کی دسترس سے باہر ہو چکی ہیں، انصاف ناپید ہے، احتساب مذاق بن کر رہ گیا ہے، ملک کو بحرانوں سے نکالنے کے بجائے ملک میں افراتفری کا عالم بنا ہوا ہے، ملک کو چاروں طرف سے اندرونی و بیرونی خطرات کا سامنا ہے، اسمبلیاں ربڑ اسٹیمپ کے طور پر کام کر رہی ہیں، پی ٹی آئی کے وزیر خزانہ اسد عمر کو نااہل قرار دے کر فارغ کر دیا گیا ہے، حکومت دوست ممالک چائنا، سعودیہ عرب، متحدہ عرب امارات سے قرضے لے کر اور آئی ایم ایف کی کڑی شرائط منظور کر کے ملک میں مہنگائی کا ایک طوفان برپا کر چکی ہے، 22 کروڑ عوام کی امیدیں خاکستر ہو گئی ہیں، ملک کے ادارے آپس میں گتھم گتھا ہیں، ریاست اور عوام ایک دوسرے پر اعتماد کے فقدان کی وجہ سے آمنے سامنے کھڑے ہیں، غریب عوام زندہ درگور ہو رہے ہیں، عوام امن، انصاف، روزگار، صحت، روٹی، کپڑا اور مکان سے محرومی کی وجہ سے خودکشیوں پر مجبور ہے، حکومت عوام کے اعتماد کی بحالی کے اقدامات سے عاری اور مخالفین کو دبوچنے پر لگی ہوئی ہے جبکہ اپوزیشن پارٹیاں اپنے لیڈرز کی کرپشن چھپانے اور لیڈروں کو بچانے کیلئے ہاتھ پاؤں مار رہی ہیں۔ ایسی صورتحال میں آئندہ چند دنوں میں وفاقی بجٹ کا اعلان ہونے جا رہا ہے اور عوام کی توقعات کے مطابق اس بجٹ میں ملک کے امراء اور مراعات یافتہ طبقات پر ٹیکسز لگانے کی ضرورت ہے، بڑے بڑے کارخانوں، پلازوں، بنگلوں، کاروں، پرتعیش اشیاء اور درآمد ہونے والی خوراک کو ٹیکسز میں لا کر ٹیکسز کا بوجھ امراء پر ڈالا جائے، ملک میں بلاتفریق احتساب کیلئے قانون سازی کی جائے اور انصاف کے تمام اداروں میں سہل انصاف کیلئے اقدامات اٹھائے جائیں، بڑے بڑے ارب پتیوں سے ان کی زمینوں اور جائیدادوں پر ٹیکس لگا کر حکومت کی آمدنی میں اضافہ کیا جائے، تمام بلاواسطہ ٹیکسز میں کمی کر کے ملک کے غریبوں سے ٹیکس لینے کے اس خفیہ نظام کو تبدیل کیا جائے، ریاست مدینہ کی طرز پر خلیفہ اور مزدور کی تنخواہ کو برابر کرتے ہوئے سرکاری ملازمین کے 22 گریڈوں کو کم کر کے زیادہ سے زیادہ 6 گریڈز بنائے جائیں، سول و فوجی بیوروکریسی، ججوں، کارپوریشنوں کی لاکھوں روپے کی تنخواہیں اور پنشن میں کمی لائی جائے اور غریبوں کی تنخواہوں اور پنشن میں اضافے کے ساتھ ساتھ نوجوان مرد و خواتین کو اچھی تعلیم اور ہنرمندی سکھا کر روزگار فراہم کیے جائیں، 60 سال سے اوپر کے تمام غریب شہریوں کو 10 ہزار روپے پنشن جبکہ بے روزگار نوجوان مرد و خواتین کو 10 ہزار روپے بے روزگاری الاؤنس دے کر آئین کے تحت دی جانے والی گارنٹی کے مطابق زندہ رہنے کا حق دیا جائے۔ حالیہ دنوں میں پٹرولیم مصنوعات کی قیمت عالمی سطح پر کم ہو گئی ہے اس لئے بجلی، گیس اور پٹرولیم مصنوعات کے نرخ کم کر کے مہنگائی میں کمی لائی جائے، ہر شہری کے شناختی کارڈ نمبر کو ٹیکس نمبر قرار دے کر ان سے لیا گیا بالواسطہ اور بلاواسطہ ٹیکس کے حسابات ہر شہری کو ہر سال بتائیں جائیں۔ ظلم، بربریت، مہنگائی، بدامنی، ناانصافی، بے روزگاری عروج پر ہے اور اگر آنے والے بجٹ میں غریبوں کو ریلیف نہیں دیا گیا تو ملک کے 22 کروڑ عوام کی اکثریت موجودہ حکومت کو چلتا کرنے میں کوئی ایک دقیقہ بھی ضائع نہیں کرے گی۔ اس وقت ملک کے غریب عوام غربت، ظلم اور مفلسی سے تنگ ہو کر جدوجہد کیلئے کوئی بھی راستہ اختیار کر سکتے ہیں۔ حکمران غور کریں اور غریب عوام کیلئے آنے والے بجٹ میں مراعات کا اعلان کر کے عوام کا اعتماد جمہوری نظام پر بحال کریں۔

Rs47bn deficit in Balochistan's Rs419bn budget

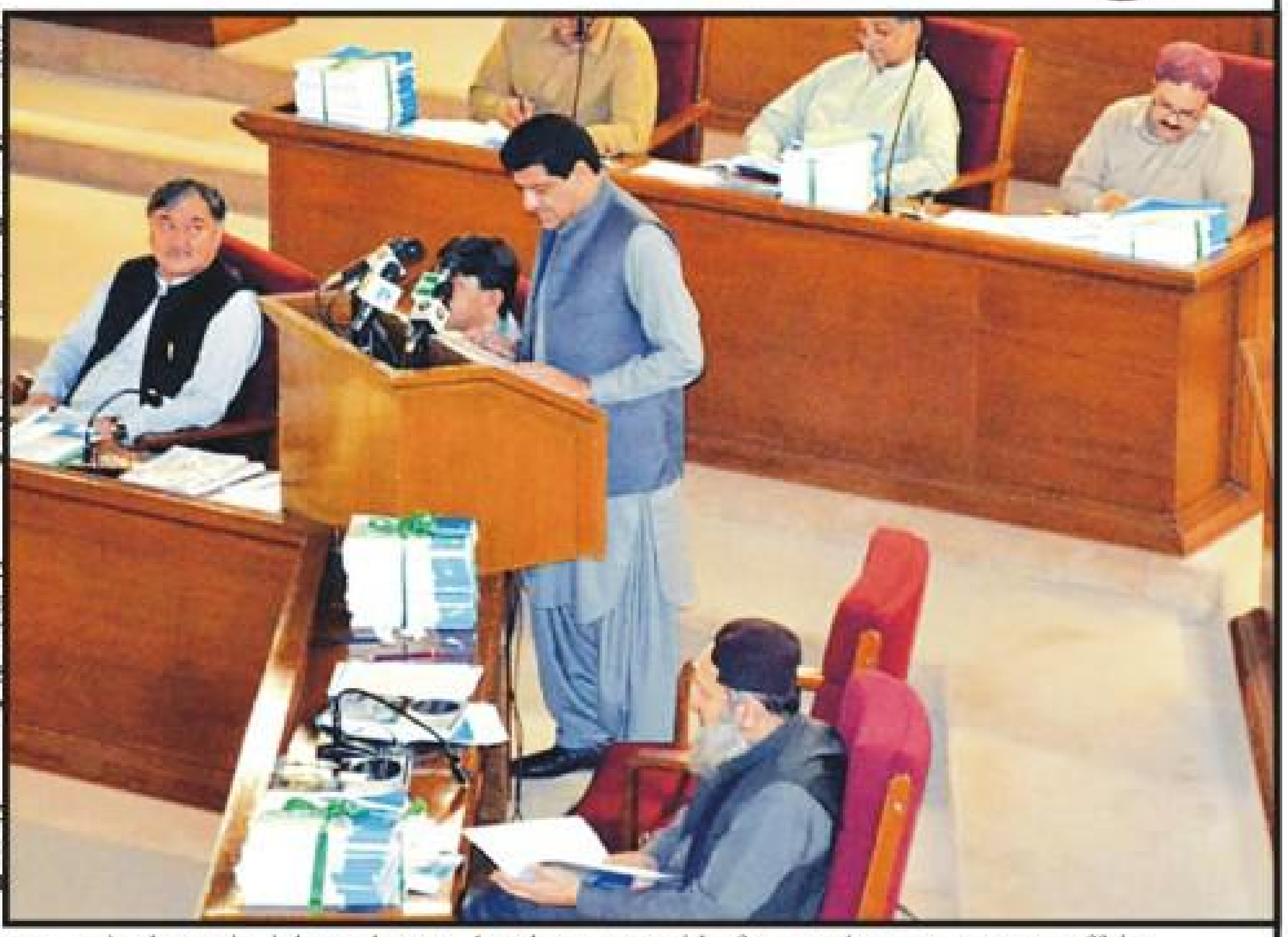

QUETTA: Balochistan's proposed budget estimating an outlay of Rs419.9 billion for the n financial year indicates a massive deficit of Rs47.7bn in its projected income and expend as the provincial government targets an ambitious public development plan of Rs126bn.
The provincial government had envisaged a deficit of Rs62bn for the present financi which has been covered by massively slashing its proposed develaopment spendi Rs88.2bn for the year to Rs42.2bn and cutting current expenditure in certain areas. It ha a practice of the Balochistan government for some years to produce a deficit bud spiking development allocations and cover the gap between its projected income and e at the end of the fiscal through drastic downward revision of uplift budget.
The budget for the government of Chief Minister Jam Kamal Khan was present provincial finance minister Mir Zahoor Ahmed Buledi on Wednesday amid prote opposition legislators against "deficit budgeting". The lawmakers tore up the copies o budget speech and other documents before staging a walkout.

Opposition members tear up copies of budget documents

The minister announced 10 per cent increase in pay of the government employees in basic pay scale to 16 and five per cent in the salary of the employees in BPS17 to BPS20, while the government a decided to fix minimum monthly wages at Rs17,500 in line with the federal budgetary decision Of Balochistan's income of Rs372.1bn next fiscal year, almost 88pc (Rs328bn) comprises federal trans from the tax divisible pool and straight transfers. The provincial tax and nontax receipts of Rs34bn w form about nine per cent of the total provincial revenues. Foreign grants and loans will make up for remainder revenues. In order to improve the province's tax and non-tax income, the government initiated tax and public finance reforms to mobilise additional resources and plug leakages and waste limited resources.Apart from hiking the public development spending to 30pc of the total provinc expenditure that includes Balochistan's share of Rs18bn from the federal Public Sector Developm Programme (PSDP), the budget has allocated Rs43bn for grants and subsidies, Rs20bn for payment of loans and interest, and Rs16bn for investments. Another Rs215bn, including Rs34bn for payment of pensions to retired provincial employees, has been set aside for running government affairs.
The government has decided to create more than 5,400 jobs in the education and other departments, build 21 trauma and emergency centres along the highways, initiate Apna Ghar Housing schemes, launch Green tractor programme for farmers, invest in small solar generation schemes, and award 7,500 scholarships to students. Most of the development funds have been diverted to the ongoing schemes while initiating new projects in different areas. The private sector will be roped in to build new model towns and modern schools in the province. The government has already established project development fund and viability gap fund to incentivise private investors on the basis of public-private partnership. The budget has also made allocations for survivors of natural disasters and their rehabilitation as well as for survivors of terrorism through the newly created fund. Besides, Endowment Fund of Rs1bn has been established to help the destitute. The minister said priority areas for development included education, health, fisheries, drinking water, minerals, agriculture, forests and livestock. He also announced Rs3bn Quetta development package and Rs1bn safe city projects for Gwadar and Quetta.

دہشت گردی کے خلاف پاک افغان تعاون، وقت کی ضرورت

تحریر: ریاض احمد چودھری

پاکستان نے تنبیہ کی ہے کہ ملک میں جاری دہشت گردی کے خلاف فوجی آپریشنوں کے خوف سے افغانستان بھاگ جانیوالے شدت پسند اب بھی باہر بیٹھ کر ملک کے اندر دہشت گردی کی کاروائیوں میں ملوث ہیں جلد ہی ان دہشت گردوں کا بھی قلع قمع کر دیا جائیگا۔ ان کو ان کے ناپاک عزائم میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ پاک آرمی نے عوام کی مدد سے دہشت گردوں کو شکست دیکر جنوبی وزیرستان ایجنسی سمیت فاٹا میں امن قائم کر دیا ہے۔

دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ میں پاکستان کا کردار اور قربانیاں پوری دنیا تسلیم کرتی ہے جبکہ امریکہ، یورپی یونین اور دوسرے ملکوں نے بھی ان قربانیوں کو متعدد دفعہ تسلیم کیا ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کے ہزاروں شہری شہید ہوئے اور ہمیں 100 ارب ڈالر سے زائد کا معاشی نقصان اٹھانا پڑا۔ آپریشن ضرب عضب کی کامیابیوں کی بدولت پاکستان میں سکیورٹی اور معیشت کی صورتحال بہتر ہوئی۔ خاص طور پر پاک افغان سرحد کے قریب امن و امان کی صورتحال بہتر ہو چکی۔ ہمارے ملٹری آپریشنز کی وجہ سے آج پاکستان افغان سرحد پر امن و استحکام نظر آ رہا ہے۔ امریکی ارکان پارلیمنٹ اور کمانڈرز نے فاٹا کے علاقوں کا دورہ کیا اور دہشت گردی کے خلاف پاکستان کے اقدامات کو تسلیم کیا۔

کچھ بیرونی عناصر صورتحال کو خراب کر رہے ہیں اور خطے اور خاص طور پر پاکستان کے خلاف افغان سرزمین کو استعمال کر رہے ہیں۔ پاکستان افغانستان میں امن و استحکام کے لئے پرعزم ہے کیونکہ یہ نا صرف پورے خطے بلکہ پاکستان کے اپنے مفاد میں بھی ہے۔ بدقسمتی سے افغانستان میں استحکام کے لئے ہماری مخلصانہ کوششوں کو بدنام کیا جا رہا ہے۔ پاکستان افغانستان میں امن و استحکام چاہتا ہے۔ ہم بارڈر مینجمنٹ میں مصروف ہیں جو دہشت گردی کے موثر خاتمے کے لئے ضروری ہے۔ پاکستان دہشت گردی کو شکست دینے کے لئے بین الاقوامی برادری کے ساتھ تعاون کی پالیسی کو جاری رکھے گا۔ ہم الزامات کے کھیل میں نہیں پڑیں گے اور دوسروں سے بھی اسی بات کی توقع رکھتے ہیں۔ افغان سرزمین پاکستان کے خلاف استعمال ہو رہی ہے۔

پاک فوج، قانون نافذ کرنے والے اداروں اور عوام نے دہشت گردی کے خاتمہ کے لئے بیش بہا قربانیاں دی ہیں جس کی وجہ سے ملک میں دیرپا امن قائم ہو چکا ہے۔ فاٹا اور خصوصا جنوبی وزیرستان ایجنسی میں دہشت گردی کے خاتمہ کے بعد جنوبی وزیرستان میں ترقیاتی کاموں کا جال بچھا دیا گیا ہے۔ تعلیم، صحت، سیاحت اور دیگر شعبوں کے مختلف منصوبوں پر بہترین کام ہو چکے ہیں۔ فاٹا یوتھ کے احساس محرمیوں کے خاتمہ کے لئے جنوبی وزیرستان میں بہترین تعلیمی درسگاہیں کام کر رہی ہیں۔

جنوبی وزیرستان ایجنسی میں قائم ہونے والے دو کیڈٹ کالج فاٹا کے طلباء ▯ کو اچھی اور معیاری تعلیم کے زیور سے آراستہ کر رہے ہیں جس کی وجہ سے آج فاٹا کے نوجوان پاک فوج سمیت ملک کے دیگر اداروں میں جا کر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ وانا میں گومل یونیورسٹی کے کیمپس کے قیام کے لئے ہنگامی بنیادوں پر کام جاری ہے اور جونہی جگہ کا انتخاب ہوگا کیمپس پر کام شروع کر دیا جائیگا۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اگر صرف پاکستان اور افغانستان دہشت گردی کا ناسور اس خطہ میں جڑ سے اکھاڑنے کی مشترکہ حکمت عملی طے کرلیں اور اس پر عملدرآمد شروع کردیں تو دہشت گردوں کو کہیں چھپنے کا ٹھکانہ نہیں ملے گا اور کسی بیرونی مدد کے بغیر ہی دہشت گردی کے خاتمہ کی جنگ جیت لی جائیگی مگر بدقسمتی سے اس معاملہ میں ہمیں افغانستان کی جانب سے ہمیشہ سردمہری اور بھارتی لب و لہجے میں الزامات کی بوچھاڑ کا ہی سامنا کرنا پڑا ہے۔

پاکستان نے اپنے طور پر پاک افغان سرحد پر دہشت گردوں کی نقل و حمل روکنے کے اقدامات کا آغاز کیا جس کے تحت طورخم بارڈر پر پاکستان نے اپنے علاقے میں گیٹ کی تنصیب شروع کی تو کابل انتظامیہ نے اسکی سخت مزاحمت کی اور سرحدی فورسز کی باہمی جھڑپیں بھی ہوئیں جن میں ہمارے درجن بھر سیکورٹی اہلکار شہید بھی ہوگئے۔ افغانستان اب بھی سرحد پر پاکستان کے سیکورٹی انتظامات کی مزاحمت کر رہا ہے جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ وہ "را" کے تربیت یافتہ دہشت گردوں کے پاکستان میں داخلے کی راہ میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہونے دینا چاہتا۔ اس وجہ سے ہی دہشت گردوں کو کوئٹہ میں کھل کھیلنے کا موقع ملا جبکہ اس سانحہ کے باعث قوم آج بھی سوگ کی کیفیت میں ہے۔

اس سانحہ کے بعد سول اور عسکری قیادتوں نے نئے عزم کے ساتھ نیشنل ایکشن پلان کو عملی جامہ پہنانے کا فیصلہ کیا ہے جس کے تحت ملک بھر میں کومبنگ اپریشن کا آغاز کر کے دہشت گردوں کو کیفر کردار کو پہنچانے کے اقدامات اٹھائے جا رہے ہیں۔ جس کے تحت بیسیوں دہشت گرد گرفتار بھی ہوئے ہیں اور سیکورٹی فورسز کی جانب سے متعدد دہشت گردوں کو جہنم واصل بھی کیا جا چکا ہے۔

ایمنسٹی سکیم اور معاشی استحکام!

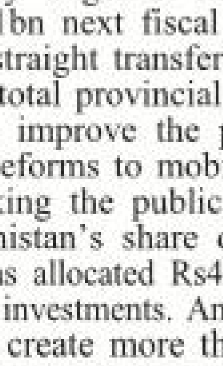

پروفیسر فہمیدہ کوثر

Fahmidafahmi

kfehmi1236@gmail.com

عام تاثر تو یہ ہے کہ پاکستانی ٹیکس ادا نہیں کرتے اور اثاثہ جات ظاہر نہیں کرتے جس سے جہاں معاشی نظام عدم توازن کا شکار ہوتا ہے وہاں غربت کا رجحان بڑھ جاتا ہے۔ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ پاکستان کی کل آبادی کے بارہ لاکھ افراد ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ ان میں سے 43 فیصد آبادی 15 سال سے کم عمر افراد کی ہے جو اپنی عمر کی بنیاد پر ٹیکس نادہندگان میں شمار نہیں کیے جاتے۔ ملک کی وہ آبادی جو کسی نہ کسی روزگار سے وابستہ ہے اسکی تعداد تین کروڑ اسی لاکھ بنتی ہے جس میں سے ڈھائی کروڑ کا تعلق دیہی علاقوں سے ہے۔ اس حوالے سے دیکھا جائے تو قابل ٹیکس آبادی اور اثاثہ جات کو چھپانے کا رجحان یہاں بھی نہیں ملتا ہے۔ اس حوالے سے عمران خان کی ایمنسٹی "Amnesty" سکیم بلاشبہ اثاثے ظاہر کرنے اور ٹیکس نیٹ کو بڑھانے کے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکتی ہے۔ وزیر خزانہ نے اپنے اعلان میں اس بات کا اعادہ کیا کہ منقولہ اثاثے پاکستان منتقل کرنے پر ٹیکس شرح 4% ہوگی اور منتقل نہ کرنے پر 6% ہوگی۔ حکومت کی طرف سے کالا دھن سفید کرنے کی اس اسکیم سے اُن لوگوں کو فائدہ ہوگا کہ جنہوں نے اپنے اثاثہ جات چھپا رکھے ہیں اور دوسری طرف اُسکے اثرات معاشی استحکام کی صورت میں بھی اثر انداز ہوں گی۔ ماضی کی حکومتوں پر اگر نظر ڈالیں تو اس سے پہلے بھی سکیمیں آئی ہیں۔ 2000ء میں اس سکیم کو وسیع سطح تک پھیلا دیا گیا اس کے بعد 2008ء ▯ اور پھر 2013ء میں بھی ایمنسٹی سکیموں کو جاری کیا گیا لیکن یہ سکیمیں مطلوبہ نتائج حاصل نہ کر سکیں۔ مشرف دور حکومت میں تو اس سکیم کو یہاں تک بڑھا دیا گیا کہ لوگوں کے گھروں میں جا کر منقولہ اور غیر منقولہ اثاثہ جات کا تخمینہ لگایا گیا۔ جنرل پرویز مشرف کا خیال تھا کہ اُن کی ٹیم اس سکیم کے ذریعہ اسقدر وسائل پیدا کر لے گی کہ دفاعی اخراجات میں کٹوتی کیے بغیر اداروں کی اصلاح کے لیے بھی وسائل جمع ہو جائیں گے اور معیشت بھی سنبھل جائے گی۔ ٹیکسوں کے نظام کی اصلاح سے غربت جیسے مسئلہ سے نمٹنا تو درکنار سرکاری محکموں کی اصلاحات کا پروگرام بھی اپنے اہداف حاصل نہ کر سکا۔ کیونکہ اسکے لیے ملکی خارجہ، داخلہ اور اقتصادی پالیسیوں کے درمیان پائے جانے والے تضادات کو ختم کرتے ہوئے اُن مگرمچھوں پر بھی ہاتھ ڈالنا ضروری تھا، جنہوں نے بیرون ملک منقولہ اور غیر منقولہ جائیدادیں بنا رکھی تھیں اور ایسے عوامل کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے حقیقت پسندانہ سوچ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں حقائق بہت تلخ ہیں۔ 45% پاکستانی غربت کا شکار ہیں اور 35 فیصد خطِ غربت سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہیں پینے کا صاف پانی بھی میسر نہیں اور ملک کا نام روشن کرنے کا خواب دیکھنے والے بچے پانچ سال کی عمر تک پہنچتے ہی کم خوراکی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان حالات میں جن عوامل پر غور و خوض کی ضرورت ہے وہ ٹیکس نیٹ کو بڑھا کر اور ایمنسٹی سکیم کے ذریعے اُس معاشی نظام کی بنیاد رکھنا ہے کہ جس کے ثمرات غریب تک بھی پہنچ سکیں۔ امریکہ، کینیڈا اور آسٹریلیا میں اس سکیم کی کامیابی کی وجہ حکومت کی کوششیں اور لوگوں کا بھرپور تعاون ہوتا ہے اور بجٹ کا زیادہ حصہ عوام کے لیے تعمیری منصوبہ جات پر خرچ کرنا ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں صورتحال بالکل مختلف رہی ہے۔ آج بھی ہم بجٹ کا 44 فیصد قرضوں کی ادائیگی پر خرچ کرتے ہیں۔ 34 % وسائل دفاعی اخراجات پر مختص کر دیتے ہیں اور باقی 22 فیصد تمام ملکی امور پر خرچ کرتے ہیں جس میں تمام سرکاری محکموں اور اُن کے ملازمین کی تنخواہیں ہوتی ہیں اور جو بچ جاتا ہے وہ عزیز ہموطنوں پر خرچ کر دیا جاتا ہے۔ ایک قابل ذکر بات تو یہ بھی ہے کہ ریاست اگر خلوص نیت، باہمی تضادات کو ختم کرتے ہوئے اسکیموں کا اجراء کرتی ہے تو اس کا اثر غریب پر بھی پڑتا ہے۔ اور ترقی کے ثمرات غریب تک پہنچنا شروع ہو جاتے ہیں لیکن اگر ایسا نہیں ہے تو اطلاق کرنے والی مشنری غیر فعال اور بدعنوان ہو تو اچھے سے اچھے منصوبے خاک میں مل جاتے ہیں۔ اس کے لیے ٹیکس نادہندگان کے خلاف کارروائی بھی لازمی حیثیت رکھتی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حکومت یہ ہدف مکمل کر پائے گی؟ غریب کو اس سے کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ اگر لوٹا ہوا پیسہ پاکستان آتا ہے یا بصورتِ دیگر منقولہ جائیدادوں پر ٹیکس کا اطلاق ہوتا ہے تو کیا حکومت مضبوط معیشت کی بنیاد رکھ پائے گی۔ اس کے لیے عمران خان کو اس چشمِ بینا کی ضرورت ہے کہ جو ادراک کر سکے کہ ماضی میں ان منصوبوں کی ناکامی کے کیا اسباب تھے اور مستقبل میں اس ناکامی سے کیسے بچا جا سکتا ہے۔ اگر لوٹا ہوا پیسہ پاکستان آتا ہے یا بصورتِ دیگر منقولہ جائیدادوں پر ٹیکس کا اطلاق ہوتا ہے تو کیا حکومت مضبوط معیشت کی بنیاد رکھ پائے گی۔

☆☆☆☆☆☆

خصوصی رپورٹ

بلوچستان میں تعلیم کی صورتحال

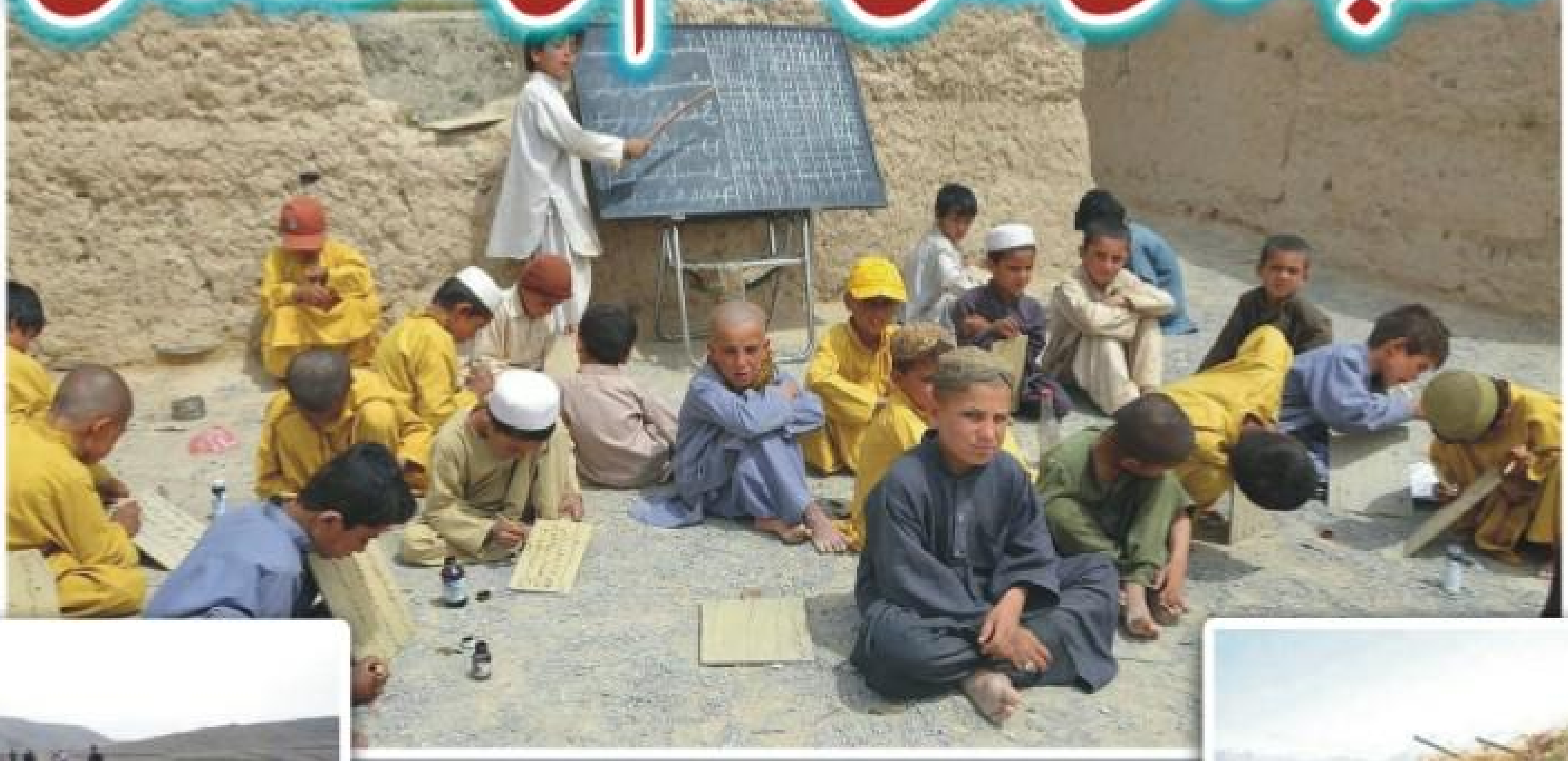

تعلیم انسان کا بنیادی حق ہے اور کوئی اس حق کو آپ سے چھین نہیں سکتا انسان اور حیوان میں فرق تعلیم کی بدولت ہے تعلیم کسی بھی قوم یا معاشرے کے لیے ترقی کی ضامن ہے قوموں کی ترقی اور زوال کی بنیادی وجہ تعلیم بنتی ہے انسان کو اشرف المخلوقات درجہ تعلیم کی وجہ سے ملا ہے تمام مذاہب میں تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب ہوتی ہے اور اسلام میں تعلیم کو فرض سمجھا گیا ہے آج کے اس پر آشوب اور جدید دور میں تعلیم کی ضرورت بہت اہمیت کا حامل ہے تعلیم کسی بھی معاشرے کی تعمیر و ترقی اور ذہنی نشو ونما کے لئے بے حد ضروری ہے آج دنیا میں ان قوموں نے ترقی کی ہے جنھوں نے اپنی تعلیم پر خصوصی توجہ دیتے ہوئے اپنی نوجوان نسل کو تعلیم جیسے زیور سے آراستہ کیے ہوئے ہیں ٹیکنالوجی کے اس دور میں جہاں انسان چاند کو تسخیر کرکے دیگر ستاروں تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش میں ہے

وہی میڈیکل سائنس میں نت نئی ایجادات اور پیچیدہ بیماریوں پر قابو پانے کے لیے ادویات کی ایجاد ایک اہم سنگ میل ہے تعلیم سے جہاں قوموں میں شعور پروان چڑھتی ہے وہی اپنے ملک وقوم کی تعمیر وترقی تعلیم کے ذریعے اور استعمال سے ہتھیار کے طور پر استعمال کر کے ترقی کے مناظر کی اونچائی تک پہنچ رہے ہیں۔دنیا میں تعلیم یافتہ قومیں اپنی شناخت اور ایسی ت تعلیم کی وجہ سے ہی منوا رہی ہے تعلیم پر توجہ دیں وہ آج ترقی کی اونچائیوں کو چھو رہی ہیں اور جنھوں نے اس سے روگردانی کی وہ آج پسماندگی خانہ جنگی بھوک اور افلاس کا شکار ہے لہذا موجودہ تعلیم کی اہمیت اور افادیت سے کسی صورت انکار ممکن نہیں ہمارے ملک میں افسوس سے تعلیم پر شروع دن سے کوئی توجہ نہیں دی گئی سالانہ اربوں روپے ناقص پالیسیوں اور کرپشن کی وجہ سے ضائع ہو رہے ہیں اتنی بڑی رقم خرچ کرنے کے باوجود ملک میں تعلیم کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہے ایک غیر سرکاری تنظیم کی حالیہ رپورٹ کے مطابق پاکستان میں اس وقت دس سال اور اس سے زیادہ عمر کی آبادی میں خواندگی کا تناسب 58 فیصد ہے شہری علاقوں میں شرح خواندگی 70

فیصد جبکہ دیہی علاقوں میں یہ 49 فیصد ہے واضح رہے کہ 2007 و 2008 میں بھی سرکاری طور پر بتائیں گی خواتین میں شرح خواندگی 30% ہے

جبکہ مجموعی شرح خواندگی 58 فیصد ہی تھی حالیہ برسوں میں شرح خواندگی میں معمولی اضافہ ہوا لیکن آج ہم پر پیچھے کی جانب سفر کر رہے ہیں ہمارے ملک میں صرف پڑھے لکھے اور اپنے نام لکھنے کی صلاحیت کے حامل افراد کو ہی خواندہ کہا جاتا ہے شرح خواندگی کا 58 فیصد حصہ فیصد ہونا ملک کی معاشی ترقی کے اصول میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے ملک میں تعلیمی شعبے کی صورتحال غیر تسلی بخش ہے ایک اندازے کے مطابق دو کروڑ 20 لاکھ بچے بھی اسکولوں سے باہر ہے۔اور ام سالانہ تعلیم پر مجموعی پیداوار کی لگ بھگ تین فیصد حصہ خرچ کرتے ہیں لیکن عالمی معیار کے مطابق اس شرح کو چار فیصد کم ازکم ہونا چاہیے۔

ملک بھر کی طرح

بلوچستان میں بھی تعلیم کی صورتحال بہتر نہیں بلوچستان رقبے اور پسماندگی کے اعتبار سے پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے قدرتی وسائل اور خزاوں خزانوں سے مالامال جغرافیائی صحت کا عمل اس خطے میں تعلیم سمیت تمام شعبوں کوئی یکساں نظر انداز کیا گیا ہے صوبہ کو تعلیم سے محروم رکھا گیا ہے سرکاری رپورٹ کے مطابق صوبے میں اٹھارہ لاکھ بچے اب بھی اسکولوں سے باہر ہے جبکہ صوبے میں اسکولوں کی تعداد بارہ ہزار سے زائد جن میں صرف چھ فیصد ہائی سکول ہے 76 فیصد بچے سرکاری سکولوں میں جبکہ 19 فیصد بچے غیر سرکاری اسکولوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں

اس کے علاوہ پانچ فیصد بچے دینی مدرسوں میں

اصول علم کے لیے جاتے ہیں الف اعلان کی رپورٹ کے مطابق اس وقت بھی صوبے میں 216 اسکول غیر فعال 37 فیصد سکول

ایک کمرے پر مشتمل ہیں صوبائی دارالحکومت کے بعض اسکولوں میں ابھی بجلی پانی اور لیٹرین کی سہولت موجود نہیں۔صوبے کے دور رزق علاقوں میں یہ صورتحال مزید گھمبیر ہے۔جہاں اسکولوں میں چار دیواری بھی موجود نہیں۔ 14% اسکول بغیر اساتذہ جو کہ تنخواہ گھروں پر بیٹھ کر وصول کر رہے ہیں اسکول چھوڑنے والے بچوں کی شرح اس وقت خطرناک حد کو چھو رہی ہے آٹھ لاکھ 65 ہزار سے زائد بچے پرائمری کی سطح پر داخلہ لیتے ہیں مگر مڈل تک ان کی تعداد صرف ایک لاکھ 91 ہزار رہ جاتی ہے صوبے میں مردوں میں شو شرح خواندگی 37% جبکہ عورتوں میں صرف 15 فیصد ہے دیہی علاقوں

میں یہ شرح خواندگی اس سے بھی کم ہے۔

غیر سرکاری تنظیم عصر سروے 2018 کے مطابق بلوچستان میں ابھی بھی اسکول نہ جانے والے چھ سے سولہ سال کی عمر کے بچوں کی شرح

28 فیصد ہے جبکہ باطر فیصد بچے جو کہ اسکولوں میں پڑھ رہے ہیں وہ بھی کچھ زیادہ سیکھ نہیں رہے اس رپورٹ کا مقصد آئین کی شق 25 اے جو کہ تعلیم کو

صوبے میں اٹھارہ لاکھ بچے اب بھی اسکولوں سے باہر ہے جبکہ اسکولوں کی تعداد بارہ ہزار سے زائد جن میں صرف چھ فیصد ہائی سکول ہے، سرکاری رپورٹ

ایک سے سولہ سال کے بچوں کا بنیادی حق قرار دیتی ہے کے حوالے سے 2010 سے اب تک ہونے والی کسی بھی پیش رفت یا اس کی کمی کو سامنے لاتا ہے اب تک بچ میں کہیں عملی نافذ نہیں ہوا کیونکہ اس سے متعلق قوانین اور قائدا ابھی تک کہیں خلا میں ہی ہے عوامی مطالبے کے باوجود تعلیم کی بنیادی ضروریات کو سمجھنے کے لئے ریاست کا رد عمل بہتر سے بہتر ہونا چاہیے لیکن اراکین پارلیمنٹ اور وزراء کے قول و فعل میں تضاد ہے۔

رپورٹ میں مزید بتایا گیا ہے کہ اسکول نہ جانے والے بچوں کا تناسب 2018 میں 28% جبکہ 2016 میں 35 فیصد تھی لہذا اس سلسلے میں بہترین نظر آرہی ہے رپورٹ کے مطابق بچوں کی انگریزی ریاضی اور زبان کی

تعلیم کا معیار ناگفتہ بہ ہے کلاس پنجم کے تقریبا 60 فیصد بچے کلاس دوئم کی سطح کے اردو کہانی نہیں پڑھ سکتے ہیں جبکہ کلاس پنجم کے چونتیس فیصد طالب انگریزی کے فقرے پڑھ سکتے تھے جو کہ دراصل انہیں کلاس دوئم میں آنا چاہیے تھا بچوں میں بالکل اسی طرح کروجان ریاضی کے تعلیمی معیار میں بھی نظر آیا جہاں کلاس پنجم کے 43 فیصد بچے 2000 تقسیم کے سوال حل کر سکتے تھے جو کہ کلاس دوئم کے نصاب پیش آتے ہیں. آم تمام رپورٹوں اور بچوں کے جائزہ کے ساتھ بلوچستان کے تمام اضلاع میں اسکول اور تعلیم کے شعبے پر کام کرنے کی بے حد ضرورت ہے اس سلسلے میں اساتذہ کی تعلیمی قابلیت اور فنی تربیت بے حد ضروری ہے۔

ان تمام درج بالا دس ماروں سے اتفاق کرنا ضروری نہیں ہے لیکن اپنے صوبے کی پسماندگی اور غربت میں تعلیم کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یہاں کے باسی قدرتی وسائل سے مالامال ہیں پسماندگی غربت جہالت کا شکار ہیں۔انہی وجوہات کی بنا پر والدین اپنے بچوں کو تعلیم جیسے زیور سے آراستہ کرنے سے قاصر ہے ذرائع آمدنی نہ ہونے

کی وجہ سے والدین اپنے بچوں کی تعلیمی اخراجات اٹھا نہیں سکتے اور حکومت تعلیم کو اپنی ترجیحات میں شامل رکھتی ہے لیکن وہ اس حوالے سے غفلت برآتی رہتی ہے ان کے دیگر صوبوں کی نسبت مرتے میں شرح غربت سب سے زیادہ ہے جبکہ صوبے میں اصول تعلیم کسی کے لیے بھی آسان ذریعہ نہیں. اس سلسلے میں حکومت اور افراد کو انفرادی طور پر اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے صوبے کے بچوں کو تعلیم دینے کے لیے اپنا کردار ادا کرنا ہوگا عوام اور والدین میں یہ شعور اجاگر کرنا ہوگا کہ تعلیم ہی واحد راستہ ہے جو ان کی زندگیاں تبدیل کر سکتی ہے اور ان کو بہتر ذرائع معاش بھی فراہم کر سکتی ہے۔

صوبے میں تعلیم کے بنیادی مسائل اور وجوہات میں غربت اور پسماندگی سب سے بڑی وجہ ہیں عوام کی اکثریت زندگی کی بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں حکومت کی جانب سے تعلیم کے لئے فراہم کردہ فنڈز تعلیمی اداروں کی بہتری اور کرپشن کی بغیر خرچ کیے جائیں تو بہتری آئے گی صوبے میں شرح خواندگی میں اضافے کیلئے خواتین کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینی چاہیے کیونکہ تعلیم یافتہ خواتین معاشرے میں تبدیلی کا باعث بن سکتی ہے۔